**OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"**
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
***Vol.9 Issue 10December 2021***

# برّصغیر میں بیسویں صدی کا اردو تفسیری ادب اور تفسیر القرآن بالقرآن

# URDU EXEGETIC LITERATURE IN THE SUB-CONTINENT OF TWENTIETH CENTURY AND EXEGESIS OF THE QURAN BY THE QURAN

**Zobia Parveen**
*Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.*

**Dr. Hafiz Abdul Qayyum**
*Associate Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.*

**Abstract:** All schools of thought have consensus upon the fact that the Quran is prime source of Islamic Shariah. This holy book is considered primary and the latest divine source of knowledge and guidance for ultimate success of mankind in this world and hereafter.The Muslims have made tremendous efforts to facilitate better understanding of the Quran which led to the production of great and significant corpus of knowledge being classified as Tafsir literature. The commentators adopted different methods and rules to explain the Holy Quran. The Quran is interpreted upon the base of other verses of the Quran, hadith of the Prophet Muhammad (PBUH) and statements of the Companions and Successors. This type of tafsir is considered the most authentic and reliable.First principle of the commentary of the Holy Quran is the explanation of the Quran by the Quran. It means that one part of the Quran is explained by its other parts. So, the Holy Quran itself is the key source of its interpretations.Since the time of Holy Prophet Muhammad (PBU) to present-day, explanation of the Quran by the Quran is considered the best and foremost rule of exegesis. It is not appropriate for any commentator of the Quran to ignore it. So, it is needed to conduct a

comprehensive critical study of existing exegeses to evaluate that whether commentators have executed this rule in exegeses or not.This study also aims to examine the boundaries and importance of explanation of the Quran by the Quran. This paper deals with the chronological introduction and evaluation of the implementation and application of this rule in specific exegeses from Urdu exegetic literature in the sub-continent of twentieth century.

**Keywords:**Exegetic literature, Sub-continent, Exegesis, Successors, Commentary, Interpretation, Implementation.

قرآن کریم وہ مہتم بالشّان صحیفۂ ہدایت ہے جس نے نہ صرف تاریخ انسانی کا دھارا موڑ دیا بلکہ اس کے فکر و عمل کے زاویے اور معیار بھی یکسر تبدیل کر دیئے اس الہامی کتاب نے نہ صرف حیاتِ انسانی کو متاثر کیا بلکہ کائنات کے حیرت انگیز اسرار کی نقاب کشائی کے ساتھ قرونا بعد قرونٍ ہر نوع کے افکار و نظریات کے علی الرغم کائنات کی ابدی اور سچی حقیقتوں پر مضبوط اور مستحکم دلائل پیش کیئے۔ یہ مجمع العلوم بھی ہے اور گنجینہ فنون بھی۔ بہت سے مطالبِ عالیہ اس کی عبارت کی تہہ میں مستور ہیں اس میں لطافت کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔

قرآن نے انسان کو عملی و علمی کمال تک پہنچنے کا راستہ بتادیا۔ یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ قرآن کریم میں آیاتِ کریمہ کا مختلف انداز سے اعادہ کیا جاتا ہے تاکہ مدّعا میں کوئی اجمال نہ رہے۔ قرآن میں ایجاز بھی ہے اور اطناب بھی، اجمال بھی ہے اور تبیین بھی۔ یہ مطلق و مقیّد اور عام و خاص سبھی کو شامل ہے۔ کہیں اختصار ہے تو کہیں تفصیل مذکور ہے۔ جو بات ایک جگہ مجمل ہے تو دوسری جگہ مفصّل ہے۔ جو چیز ایک اعتبار سے مطلق ہے دوسری جگہ دوسرے پہلو سے مقیّد ہے لہذا مفسر کے لیے ضروری ہے کہ ایک موضوع سے متعلقہ تمام مکرر آیات کو جمع کر کے ان کے معانی دریافت کرنے کی کوشش کرے اس طرح مفصّل آیات کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور مبین آیات کا فہم و ادراک مبہم کا مفہوم متعین کرنے میں معاون ثابت ہو گا۔ یہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ نبی اکرم ﷺ ، صحابہ کرام، تابعین کرام اور بعد کے تمام ادوار سے تسلیم شدہ اصول چلا آ رہا ہے کہ ”القرآن يفسر بعضه بعضا“۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ (الزمر39: 23)۔ ”اللہ نے بہت احسن کلام نازل کیا ہے یہ ایسی کتاب ہے جو باہم متشابہہ ہے دہرائی گئی ہے بار بار“۔

اللہ تعالیٰ قرآن کے معانی بیان کرنے کی ذمہ داری کے بارے میں فرماتے ہیں: ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیامۃ19:75)۔ ''پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کے معانی کا بیان''۔

## تفسیر القرآن بالقرآن کا مفہوم

تفسیر کے ارتقائی مرحلہ میں اصطلاحات کی تعریفات کم ملتی ہیں جبکہ ان کی عملی تطبیق زیادہ نظر آتی ہے۔ یہی معاملہ ہمیں تفسیر القرآن بالقرآن کی اصطلاح میں نظر آتا ہے۔ متقدمین نے اس اصول کو بنیادی اہمیت دی مگر بحیثیت اصطلاح اس کی کوئی تعریف نہیں ملتی، مگر بعد کے ادوار میں بعض علماء مثلاً مساعد بن سلیمان الطیار اور احمد البریدی وغیرہ نے اس کو بحیثیت اصطلاح اور اس کی حدود کو بیان کیا نیز اس کی امثلہ پر نقد بھی کیا۔

تفسیر القرآن بالقرآن سے مراد بیان القرآن ہے یعنی آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت و صراحت کے لیئے قرآن کی دیگر آیات، جن میں وہ معانی نسبتاً زیادہ صراحتاً بیان ہوں، سے استفادہ کیا جائے۔ ڈاکٹر محمد ابوشھبۃ لکھتے ہیں:

''هو تفسير بعض آيات القرآن بما ورد في القرآن نفسهُ فإن القرآن يفسر بعضه بعضاً''[1]۔ تفسیر القرآن بالقرآن سے مراد آیاتِ قرآنیہ کی وہ تفسیر ہے جو قرآن میں ہی وارد دوسری آیات سے کی جائے۔ بے شک قرآن اپنے بعض حصوں کی تفسیر اپنے بعض حصوں سے کرتا ہے۔

## تفسیر القرآن بالقرآن کی حدود

تفسیر القرآن بالقرآن کی تعریف کے بعد اہم مسئلہ جس کے بغیر ہم اس بحث میں آگے نہیں بڑھ سکتے، وہ تفسیر القرآن بالقرآن کی معرفتِ حدود ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کی متعدد اقسام ہیں۔ مثلاً تفسیر القرآن للقرآن، تقیید مطلق، تخصیص عام، تبیین مجمل، منطوق و مفہوم، ناسخ و منسوخ، بیان اللفظ الغریب۔ یہ تمام وجوہ آیاتِ قرآنیہ کے لیئے بیان و تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ وجوہ یا اقسام جو بیانِ معانی میں داخل نہیں ہیں، معاصر علماء نے اس معاملہ میں اختلاف کیا ہے کہ وہ تفسیر جس میں ایک آیت دوسری آیت کے لیئے بمعنی بیان نہ ہو، وہ تفسیر القرآن بالقرآن میں شامل ہے یا نہیں اس کے بارے میں علماء کی دو آراء ہیں:

**پہلی رائے:۔** پہلی رائے یہ ہے کہ آیات کے مابین ہر ربط تفسیر القرآن بالقرآن میں شمار ہوگا اور وہ اس نوعِ تفسیر میں داخل ہے۔ تاہم اس میں صحیح و سقیم میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر البریدی لکھتے ہیں کہ ''خلاصہ یہ ہے کہ اس سے

ہماری مراد مطلق بیان ہے۔جب ایک آیت کے بیان کے لیئے کسی دوسری آیت سے کسی بھی طرح سے استفادہ کیا جائے تو وہ اسی نوعِ تفسیر میں داخل ہے۔علمائے سلف اور مفسرین میں سے جنہوں نے اس طریقہ پر تفسیری خدمات سرانجام دیں، وہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں۔پس ہم اس کو تفسیر القرآن بالقرآن کا نام دیتے ہیں۔لہذا جب اس سے استدلال کیا جائے گا تو اس میں نظر اور تامل باقی رہے گا۔اور اس کے نام اور استدلال کرنے میں فرق ہے"۔[2]

**دوسری رائے :-** اس رائے کے حاملین نے تفسیر القرآن بالقرآن کی دو حدود قائم کی ہیں۔حد مطابق۔حد متوسع۔

**حد مطابق:-** تفسیر القرآن بالقرآن سے مراد وہ تفسیر ہے جو بمعنی بیان ہو اور یا وہ تفسیر جو قرآنی الفاظ یا معانی کے فہم پر موقوف ہو۔جیسے تقییدِ مطلق، تخصیصِ عام، تبیینِ مجمل یا ناسخ و منسوخ، منطوق و مفہوم، ناسخ و منسوخ، بیان اللفظ الغریب وغیرہ۔یہ تفسیر القرآن بالقرآن کی حدِ مطابق ہے۔یہ تمام اقسام آیاتِ قرآنیہ کے لیئے بیان و تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾(الفاتحة۔۱:۵، ۶)۔اس آیت میں" اَنْعَمْتَ "میں اجمال ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا مگر سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے اس اجمال کو کھول کر بیان فرما دیا کہ اللہ کے انعام یافتہ کون لوگ ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾(النساء، ۴:۶۹)۔

**حد متوسع:-** وہ تفسیر جیسے اتمام قصہ، جو چیز بظاہر مختلف نظر آتی ہے اس کو یکجا کرنا۔کسی موضوع سے متشابہ آیات کو جمع کرنا، یا کسی لفظ کی وجوہ کو جمع کرنا۔ان سب کو تفسیر القرآن بالقرآن کے مابین ربط میں تو شمار کیا جائے گا لیکن یہ تفسیر القرآن بالقرآن کی حد مطابق میں داخل نہیں۔بلکہ یہ سب تفسیر القرآن بالقرآن کی حدِ متوسع میں شمار ہوگا، اس طرح قرآنی آیات سے ہر طرح کا استدلال و استشہاد اور استفادہ حد متوسع میں شامل ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو متعدد حکمتوں کے تحت تخلیق کیا۔اس نے بعض حکمتوں کو ایک جگہ پر بیان فرمایا اور بعض کو کسی اور مقام پر بیان فرما دیا۔جیسے کہ قول باری تعالیٰ ہے:﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾(الانعام، ٦:٩٧)"اور وہی ہے جس نے تمہارے لیئے بنائے ستارے تاکہ ان سے بر و بحر کے اندھیروں میں راستہ معلوم کر سکو"۔اس آیت میں ستاروں کی بنانے کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔انکی بعض اور حکمتیں جیسے تزئینِ آسمان اور رجمِ شیاطین قرآن میں دوسرے مقامات پر

بیان ہوئی ہیں ، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾(الملک، ٦٧:٥)۔"اور ہم نے دنیا کے آسمان کو مزین کیا ہے چراغوں سے اور ہم نے بنا دیا انہیں شیطانوں کو مارے کے لیئے آلہ"﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٱلْكَوَاكِبِ ۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾(الصافات، ٣٧:٦،٧)۔"اور ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا ہے۔اور اسے محفوظ کیا ہے ہر ایک سرکش شیطان سے"۔ یہاں پر مفسرین نے ایک موضوع یعنی "ستاروں کی تخلیق کی حکمت" سے متعلق کئی آیات کو جمع کر دیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں کوئی بیان واقع نہیں ہوا۔ یہاں پر ایک آیت کو کسی دوسری آیت سے بیان کی ضرورت نہ تھی۔

یہ مثال قول اوّل کے مطابق تفسیر القرآن بالقرآن اور قول ثانی کے مطابق یہ تفسیر القرآن بالقرآن کی اصطلاح میں توسع یعنی حد متوسع ہیں۔ان میں آیات کی تفسیر کے بیان میں مفسر کو کوئی زیادہ فائدہ نہیں

تفاسیر اور کتب علوم القرآن پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے حد متوسع کو اسی نوع تفسیر یعنی تفسیر القرآن بالقرآن میں داخل کیا ہے۔اس نوعِ تفسیر کی عملی تطبیق کا جائزہ لینے کے لیئے اُن مفسرین کی کتب کا مطالعہ کیا جائے ، جنہوں نے خاص طور پر اس نوعِ تفسیر کی طرف توجہ کی ہے۔ جیسے امام طبریؒ، ابنِ تیمیہؒ، ابنِ کثیرؒ، شنقیطیؒ، صنعانی، ثناءاللہ امرتسری اور فراہی وغیرہ۔اس کے علاوہ متقدمین میں علوم القرآن کے موضوع پر لکھی گئی کتب۔چنانچہ ان مفسرین کی کتب میں اس اصول کی عملی تطبیق یہ بات ثابت کرتی ہے کہ انہوں نے تفسیر القرآن بالقرآن کی حدود کو قولِ اوّل کے مطابق متعین کیا۔اکثر معاصر علماء نے بھی تفسیر القرآن بالقرآن کے حدِ متوسع کی تمام صورتوں کو بیان کیا ہے۔

دراصل حدِ مطابق اور توسع میں نظری اعتبار سے تو فرق ہے مگر آئمہ تفسیر کی عملی تطبیق یہ ثابت کرتی ہے کہ آیات کا ہر باہمی ربط تفسیر القرآن بالقرآن ہی ہے۔کیونکہ ہر ربط اگرچہ معانی کے بیان کا فائدہ تو نہیں دیتا، تاہم ہمیں اس سے معانی کے بیان میں مدد و معاونت ضرور حاصل ہوتی ہے۔علاوہ ازیں آیات کے مابین ربط پر اس نوع کے علاوہ کسی اور اصطلاح کا اطلاق ممکن نہیں۔خاص طور پر اُن مفسرین کے نزدیک جنہوں نے خاص طور پر اس نوع تفسیر کے نام پر تفاسیر لکھیں۔

**تفسیر القرآن بالقرآن کی اہمیت:**۔ سلف وخلف علماء کے نزدیک اس اصولِ تفسیر کی اہمیت مسلمہ تھی اور انہوں نے اس اصول پر تفسیر بیان فرمائی۔یہاں تک کہ اصولِ تفسیر میں یہ قاعدہ وضع کیا گیا کہ مفسر کے لیئے تفسیر کرتے ہوئے

اوّلین مرجع قرآن ہی کو قرار دیا گیا۔امام شافعی (م ۲۰۴ھ-۸۱۹م) فرماتے ہیں: ''کل ما حکم به رسول الله صلى الله عليه وسلّم فهو مما فهمه من القرآن''[3]۔یعنی رسول اللہ نے حاصل کیا ہر حکم کا فہم قرآن سے۔

امام ابنِ تیمیہ (م ۷۲۸ھ-۱۳۲۷م) لکھتے ہیں: ''ان اصح الطرق فى ذلك ان يفسر القرآن بالقرآن، فم أُجمل فى مكان فإنه قد فُسِّر فى موضع آخر، و ما اختصر فى مكان فقد بسط فى موضع آخر''[4]۔ تفسیر کا سب سے درست طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے، جو چیز ایک مقام پر مجمل ہے دوسری جگہ پر اس کی تفصیل دی گئی ہے۔ واور جو مضمون ایک جگہ پر مختصر ہے وہ دوسری جگہ پر مفصل ملے گا۔امام ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے بھی اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ اس اصول کی اہمیت بیان کی ہے۔ اور اسی اصل کو بہترین قرار دیا ہے۔

سلف و خلف علماء نے عملی طور پر اس نوع تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ مفسرین نے تفسیر القرآن بالقرآن کا کئی وجوہ سے اہتمام کیا، یہاں تک کہ کوئی مفسر ایسا نہیں جس نے قلت یا کثرت سے اس طرق تفسیر کا اہتمام نہ کیا ہو۔لہذا علماء سلف وخلف کی کوئی تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن سے خالی نہیں۔امام بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)، امام ابنِ کثیر (م ۷۷۴ھ) اور امام ابنِ تیمیہ (م ۷۲۸ھ) نے اپنی تفاسیر میں خاص طور پر اس اصول کا اہتمام فرمایا۔ بعض مفسرین نے تو خاص طور پر صرف اسی طرقِ تفسیر کے التزام کے ساتھ تفاسیر لکھیں۔ جن امام صنعانی کی ''مفاتح الرضوان فی تفسیر القرآن''، مولانا ثناء اللہ امر تسری کی ''تفسیر القرآن بکلام الرحمن'' اور امام شنقیطی کی ''اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن'' خاص طور پر اہم اور معروف ہیں۔

## بیسویں صدی کا اردو تفسیری ادب اور تفسیر القرآن بالقرآن

اب ہم بیسویں صدی کے اردو تفسیری ادب کی چند معروف تفاسیر کے مختصر تعارف کے ساتھ اس اصولِ تفسیر کی عملی تطبیق کا جائزہ لیتے ہیں

**تفسیر حقانی:۔** فتح المنان تفسیر القرآن بمعروف تفسیر حقانی کے مؤلف ابو محمد عبدالحق حقانی (م ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) ہیں۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر برصغیر کے تفسیر ادب میں نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔اس سے

ما قبل اس قدر مبسوط اور مدلل تفسیر اردو زبان میں نہیں لکھی گئی۔ آپ نے اس میں روایت و درایت دونوں کو پیش کیا۔ آپ نے اپنی تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن، شانِ نزول، تراکیبِ نحوی اور فرقِ باطلہ کے عقائد کا رد بیان کیا۔

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ۱— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ (الفاتحة، ۱:۴)۔" ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں"۔ مولانا عبدالحق حقانی لکھتے ہیں کہ یہ حکم قرآن میں کثرت سے اور مقامات پر ملتا ہے[5]۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ﴾ (الذاریات، ۵۱:۵۶)۔ "اور میں نے نہیں بنائے جن اور انسان مگر میری عبادت کے لئے"۔﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ﴾۔(بنی اسرائیل، ۱۷:۲۳) "اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ نہ عبادت کرو اس کے سوا کسی کی"۔

۲— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَۛۚ فِيۡهِۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَۙ۔ (البقرة، ۲:۲)"اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور یہ متقین کے لیئے ہدایت ہے"۔ مولانا حقّانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت عربوں کو فصحت و بلاغت میں کمال حاصل تھا، اس لیئے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت کا معجزہ یعنی قرآن پاک نازل فرمایا، لیکن فصاحت و بلاغت میں اعلیٰ درجہ پر ہونے کے باوجود وہ سب مل کر بھی ایسی کتاب نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔[6] پھر آپ اس آیت کی تفسیر بالقرآن بیان فرماتے ہیں:﴿وَإِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّن مِّثۡلِهِۦ وَٱدۡعُواْ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾۔(البقرة،۲:۲۳)۔ ﴿قُل لَّئِنِ ٱجۡتَمَعَتِ ٱلۡإِنسُ وَٱلۡجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِمِثۡلِ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ لَا يَأۡتُونَ بِمِثۡلِهِۦ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا﴾(الاسراء، ۱۷:۸۸)۔" لَا رَیۡبَ "کا خلاصہ دلیل یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں اور جو منجانب اللہ ہو صرف وہی شک سے پاک ہو سکتا ہے۔ قرآن کے مطالب کی عمدگی کی بناء پر عقل ان کو بغیر کسی شک و شبہ کے یقینی طور پر مانتی ہے اور شک سے مبّرا صرف وہی کلام ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہو لہذا قرآن بھی کوئی انسانی کلام نہیں بلکہ کلام اللہ ہے۔[7] پھر آپ اس آیت کی تفسیر بالقرآن بیان فرماتے ہیں: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلۡقُرۡءَانَۚ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِندِ غَيۡرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ ٱخۡتِلَٰفٗا كَثِيرٗا﴾ ۔(النساء، ۴: ۸۲)۔"کیا غور نہیں کرتے قرآن میں یہ لوگ اور اگر قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلاف پاتے"۔

۳—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ(المائدۃ،۱:۵)''اے ایمان والو! پورا کرو عہدوں کو''،مولانا حقّانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عقود جمع ہے عقد کی۔اس کے معنی ہیں گرہ لگانا۔جیسے رسّی کے دو ٹکڑوں، کسی بات یا معانی میں گرہ لگانا۔عہد سے بھی یہی مراد ہے۔لہذا عقد اور عہد قریب المعنی ہے[8]۔جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ۔(النحل،۹۱:۱۶)۔

**مواہب الرحمان:۔** یہ ضخیم اور جامع تفسیر مسلک اہلِ سنت والجماعت کی ترجمان ہے۔سید امیر علی ملیح آبادی نے (م ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۲ء) منشی نول کشور کی فرمائش پر یہ ترجمہ و تفسیر لکھی اور خود انہوں نے مطبع نول کشور سے اس کی پہلی طباعت کی۔یہ تفسیر دس جلدوں پر مشتمل ہے۔آپ نے تحت اللفظ ترجمہ پیش کیا ہے۔اگرچہ آپ نے اس کو اپنے دور کے لحاظ سے سہل اردو زبان میں پیش کیا مگر موجودہ دور کے لحاظ سے یہ ثقیل ہے۔آپ نے کثرت سے احادیث اور آثار کا ترجمہ بیان فرمایا۔نیچریت، رفض،اعتزال اور خوارج کا رد کیا۔سلوک اور معرفت کے مواعظ کو جمع فرمایا۔[9]تفسیر کے آغاز میں مختلف فصول پر مشتمل مفصل مقدمہ بیان کرتے ہیں۔جس میں علوم القرآن اور سورتوں کے فضائل، نزولِ قرآن، روایات کی طبقہ وررانہ تقسیم،تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے عہد کی تفسیری کتب، نزولِ وحی کیفیات، قراءات، نبیؐ کی تبلیغی سرگرمیوں اور متقدمین صوفیاء کا ذکر کرتے ہیں۔مختصر یہ کہ مقدمہ علم کا گنجینہ ہے۔[10]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ۱—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۔(الفاتحۃ، ۴:۱)۔''جزا کے دن کا مالک''۔علامہ امیر علی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ در حقیقت ملکیت دنیا کا اظہار ہے یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہر چیز کا مالک ہے، مگر کافر اس بات کو نہیں سمجھتے مگر آخرت میں اس کو سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کے لیئے پیدا کیا تھا تو دنیا میں مالک کے اختیار سے نہ بڑھ سکے۔[11]اس کی تائید میں یہ آیت نقل کرتے ہیں: وَلَقَدۡ ذَرَأۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِۖ لَهُمۡ قُلُوبٞ لَّا يَفۡقَهُونَ بِهَا وَلَهُمۡ أَعۡيُنٞ لَّا يُبۡصِرُونَ بِهَا وَلَهُمۡ ءَاذَانٞ لَّا يَسۡمَعُونَ بِهَآۚ أُوْلَٰٓئِكَ كَٱلۡأَنۡعَٰمِ بَلۡ هُمۡ أَضَلُّۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡغَٰفِلُونَ۔ (الاعراف،۱۷۹:۷)۔''اور ہم نے جہنم کے لیئے کثیر جن اور انسان پیدا کیئے ہیں ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں اور انکی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ گمراہی میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں''۔پھر اس کی وضاحت میں مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عابدین، عارفین،اہلِ وجد و محبین اور متقین سب کا مالک

ہے کیونکہ اللہ ہی ہے جس نے کسی کو عبادت میں لگایا، کسی کو تجلی عطا فرمائی، کسی کو آیاتِ قدرت پر فریفتہ کیا اور کسی کو تقویٰ کے مرکز پر مرکوز رکھا۔ آخرت میں کافروں نے جان لیا جس سے ان کو عذابِ حزن نے گھیرا۔[12] پھر اس آیت کی تفسیر بالقرآن فرماتے ہیں: رُّبَمَا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوۡ كَانُواْ مُسۡلِمِينَ۔(الحجر،۱۵:۲)۔''کافر بہت حسرت کریں گے کہ کاش وہ مسلمانوں میں سے ہوتے''۔

۲— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۔(الفاتحة، ۱: ۵)۔''ہمیں سیدھا راستہ دکھا''۔ علامہ امیر علی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ یہ ایسی ہدایت کی التجاہے کہ اے اللہ جو تیری مراد ہے اس ہمکو آگاہ فرما کیونکہ سیدھا راستہ ہو راستہ ہے جو مرادِ الٰہی کے مطابق ہو اور اس میں اپنے نفس کا دخل نہ ہو۔ جو بندہ اپنے نفس کے ساتھ ہو وہ مذموم جہنمی ہے اور جو بدہ مومن ہے وہ اپنے نفس کو اللہ رب العزت کے لیئے فروخت کر دیتا ہے۔[13] پھر اس کا بیان قرآن سے فرماتے ہیں: ﴿أَفَرَءَيۡتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ﴾۔(الجاثية،۴۵:۲۳) ۔''کیا تو نے اس کو بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش کو پکڑا ہو''۔﴿إِنَّ ٱللَّهَ ٱشۡتَرَىٰ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَنفُسَهُمۡ وَأَمۡوَٰلَهُم﴾۔(التوبة،۹:۱۱۱)۔''بے شک اللہ نے مومنین سے ان کے جان ومال خرید لیئے ہیں''۔

۳— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَقَالُواْ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدٗاۗ سُبۡحَٰنَهُۥ۔(البقرة،۲:۱۱۶)۔''اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے جبکہ وہ پاک ہے''۔ علامہ امیر علی اس آیت کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اور یہودی حضرت عزیرؑ کی نسبت بہتان باندھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور بعض کا ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنا ایسا کلمہ افتراء ہے جس سے زمین وآسمان کانپتے ہیں۔[14] اپنے بیان کی تصدیق قرآن سے فرماتے ہیں: تَكَادُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنشَقُّ ٱلۡأَرۡضُ وَتَخِرُّ ٱلۡجِبَالُ هَدًّا ۔أَن دَعَوۡاْ لِلرَّحۡمَٰنِ وَلَدٗا۔(مریم،۱۹:۹۰-۹۱)۔''اس سے پھٹ جائیں ابھی آسمان اور زمین چر جائے اور پہاڑ گر پڑیں ٹکڑے ہو کر کیونکہ انہوں نے تجویز کیا رحمان کے لیے بیٹا''

۴— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمۡرٗا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۔(البقرة،۲:۱۱۷)۔ ''اور جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کا فیصلہ کر لیں تو محض یہ کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے''۔ علامہ امیر علی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تخلیق اس قدر عظیم ہے کہ اس کچھ تخلیق کرنے کے لیئے مادی اسباب وذرائع کی احتیاج نہیں۔[15] پھر اس کی مثل یہ آیت پیش کرتے ہیں: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٖ

ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُن فَيَكُونُ۔(آل عمران، ۵۹:۳)۔"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کیمانند ہے جیسے ان کو مٹی سے بنایا پھر اُسے کہا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا"۔

**بیان القرآن:۔** اس کے مؤلفمولانا اشرف علی تھانوی(م-1362ھ/1943ء) ہیں۔آپ نے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ءمیں یہ ترجمہ و تفسیر مکمل کیا۔۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ءمیں بارہ جلدوں میں دہلی سے پہلی بار شائع ہوئی۔آپ نے شروع سے لیکر آخر تک ہر سورت اور آیت کا ماقبل کے ساتھ ربط بالالتزام بیان فرمایاہے۔اس تفسیر کی اہم خصوصیت تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث ہے۔

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ا—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ۔(البقرۃ، 37:2)۔"پس آدم نے حاصل کیئے اپنے رب سے چند کلمات پھر اس کی توبہ قبول کی بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے"۔۔مولانا اشرف تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بعض اوقات ملازم اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر اپنے مالک کے سامنے اسقدر شرمندہ ہوتاہے کہ ندامت اور خوف کی وجہ سے منہ سے کچھ نہیں کہتایاپھر وہ یہ سمجھتاہے کہ اس کی غلطی اتنی بڑی ہے کہ اس کی معافی کے لیئے اسے کوئی بھی الفاظ مناسب نہیں لگتے۔ایسے موقع پر آقا خود یہ کہہ دیتاہے کہ تم آئندہ ایسے نہیں کروگے،اسی طرح حضرت آدمؑ کی شرمندگی کے باعث اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور معافی کے الفاظ بھی خود ہی بیان فرمادیئے۔[16] مولانا یہ ان الفاظ کا بیان بالقرآن فرماتے ہیں: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ۔(الاعراف،23:7)۔"ان دونوں نے کہااے ہمارے رب ہم نے اپنینفسوں پر ظلم کیااور اگر تم نے ہمیں معاف نہیں کروگے اور ہم پر رحم نہیں کروگے تو ہم ہو جائیں گے خسارے والوں میں سے"۔

۲—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ‌ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ۔(البقرۃ،40:2)۔"اے بنی اسرائیل! جو احسان میں نے تم پر کیئے انکو یاد کرو اور تم پورا کرو میرا عہد اور میں پورا کروگا تمہارا عہد اور صرف مجھ ہی سے ڈرا کرو"۔مولانا اشرف تھانوی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں صرف یہ کہا گیاکہ میرے عہد کو پورا کرو لیکن وہ عہد کیا تھااس کا بیان نہیں ہے۔آپ اس کا بیان قرآن سے فرماتے ہیں[17]۔ قولِ باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ‌ۚ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ اثۡنَىۡ عَشَرَ نَقِيۡبًا‌ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىۡ مَعَكُمۡ

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (المائدۃ 12:5)۔ ''اور اللہ نے عہد لیا بنی اسرائیل سے اور ہم نے انہی میں سے مقرر کیئے بارہ سردار اور اللہ نے کہا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کروگے اور زکواۃ ادا کروگے اور ایمان لاؤگے میرے تمام رسولوں پر اور ان کی معاونت کروگے اور اللہ کو احسن طریقے سے قرض دیتے رہوگے تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہ ہٹادوں گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں پھر تم میں سے جو کوئی اس کے بعد کفر کرے گا پس وہ گمراہ ہوا سیدھے راستے سے''۔

۳ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْآ اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًاوَّاِيَّایَ فَاتَّقُوْنِ۔ (البقرۃ، 41:2)۔ ''اور جو کتاب میں نے نازل کی ہے اس پر ایمان لاؤ اور یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے اسکی تصدیق کرتی ہے اور تم اس کے سب سے پہلے منکر نہ ہو جاؤ اور نہ بیچو میری آیتوں کو قلیل قیمت پر اور صرف میرے سے ہی ڈرو''۔ مولانا اشرف تھانوی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تورات کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کرنے والی کتاب قرار دیا ہے۔[18] پھر اپنے بیان کی تائید بالقرآن پیش کرتے ہیں: اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ۔ (العنکبوت، 46:29)۔ ''ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو تمہاری طرف نازل کیا گیا''۔ ﴿وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى۔﴾ (البقرۃ، 136:2) ''اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو''۔

۴ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭاِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔ (المائدۃ، 1:5) ''حلال کیئے تمہارے لیے تمام چوپائے مگر سوائے ان کے جو تمہیں آگے سنائے جائیں گے مگر شکار کو احرام کی حالت میں حلال مت سمجھنا، بے شک اللہ حکم دیتا جو وہ چاہتا ہے''۔ اس آیت میں '' اِلَّا مَا يُتْلٰى '' میں ابہام ہے لہذا مولانا اشرف تھانوی اس کا بیان بالقرآن فرماتے ہیں: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔ (المائدۃ، 3:5)۔ ''تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور لہو، او رخنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے اور جو گلا گھٹنے سے اور جو کسی چوٹ

سے مر جائے یا کسی اونچی جگہ سے گر کر یا سینگ مارنے سے مر جائے اور جس کو کسی درندے نے پھاڑ دیا ہو لیکن جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے"۔

**تفسیر ثنائی:۔** مولانا ثناء اللہ امر تسری (م۱۹۴۸ء) کی مناظرانہ اور متکلمانہ اسلوب پر لکھی گئی مختصر اور جامع تفسیر ہے۔ آپ نے ۳۶ سال میں یہ تفسیر لکھی۔[19] آپ نے سرسید احمد خان کے ملائکہ، جنت دوزخ، آدم، ابلیس، رویت باری تعالیٰ اور معراجِ جسمانی کے بارے میں عقائد پر بھی جابجا تنقید کی ہے۔ آپ نے اسلام کے مخالف فرقوں مثلاً آریہ، عیسائی، یہودی، پارسی، سکھ، نیچری، بہائی، مرزائی، شیعہ اور بریلوی وغیرہ کے عقائد کا قرآن وسنت کی روشنی میں رد کیا ہے[20]۔

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔**۱— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙوَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔(لقمان، ۳۱:۳۰)۔"یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی ہو ہستی ہے جو حق ہے اور اللہ کے علاوہ جس کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ بالکل باطل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بلند و برتر ہے"۔ مولانا ثناء اللہ امر تسری اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سب کام اللہ کے لیئے ہیں اور وہی تمام صفات کا مالک ہے۔ اس کے سوا تمام معبود حقیر ہیں مگر پنجاب میں ایک فرقہ "اہلِ قرآن" پیدا ہوا جس نے یہ دعوی کیا کہ تمام شرعی احکام صرف قرآن میں ہیں اور قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب حدیث یا فقہ کی ضرورت نہیں۔ اس فرقے نے نماز میں تکبیرِ تحریمہ کی بجائے یہ آیت ﴿وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ﴾ (لقمان، ۳۱:۲۹) رکھی۔[21] آپ اس فرقے کا رد بالقرآن فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾۔(الاحزاب، ۳۳:۲۱)۔"جو کوئی تم میں سے اللہ اور روزِ آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو پس اس کے لیئے اللہ کے رسول احسن نمونہ ہیں"۔

۲— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (السجدة، ۳۲:۵)۔"وہ تدبیر کرتا ہے آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کیپھر ہر چیز اس کے حضور پہنچ جائے گی اس دن میں جسکی مقدار تمہاری گنتی کے حساب سے ہزار سال کی ہو گی"۔ مولانا ثناء اللہ امر تسری اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیاوی حکومتوں کا یہ بہت شاندار انتظام ہوتا ہے کہ افسر انکو روزانہ ڈائری پہنچے کہ

اسر ان کے احکامات اور اصلاحات پر ماتحتوں نے کہاں تک عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی یومیہ ڈائری ہے مگر اس ڈائری کا ایک ایک دن ہمارے ہزار ہزار سال کے برابر ہے۔[22] پھر آپ اسکی تفسیر بالقرآن بیان فرماتے ہیں: ﴿ وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَ لۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴾ (الحج، ۲۲:۴۷)۔ ''اور اللہ کے ہاں ایک دن برابر ہے ہزار سال کے تمہاری گنتی کے مطابق''۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس ڈائری کی مدت بڑھا کر پچاس ہزار سال بتائی ہے۔ ﴿ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓٮِٕكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ﴾ (المعارج، ۷۰:۴)۔ ''فرشتے اور اہلِ ایمان کی روحیں اس کی طرف چڑھ کر جاتی ہیں اور وہ عذاب اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے''۔

**تفسیر عثمانی:**۔ اس کے مؤلف مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) ہیں۔ اگرچہ یہ ایک مختصر ہے تاہم اختصار کے باوجود اسقدر جامع ہے کہ اکثر مقامات پر بڑی بڑی تفاسیر کی ضرورتِ مطالعہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔ یہ تفسیر عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کیونکہ اس میں اس دور میں درپیش اشکالات کا شافی جواب دیا گیا ہے۔[23]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:**۔ ۱ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا يَزَالُ بُنۡيَٰنُهُمُ ٱلَّذِي بَنَوۡاْ رِيبَةٗ فِي قُلُوبِهِمۡ إِلَّآ أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمۡۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۔(التوبة، 9: ۱۱۰)۔ ''ہمیشہ کھٹکتی رہے گی ان کے دلوں میں جو عمارت انہوں نے بنائی ہے مگر جب ان کے دل ہی فنا ہو جائیں اور اللہ بہت علم والا اور حکمت والا ہے''۔ مولانا شبیر عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ریبہ کے معنی ''شبہ'' کے ہیں اور اس مراد نفاق ہے۔ منافقین کے دلوں میں مرنے تک نفاق قائم رہے گا۔[24] اپنے بیان کی تائید بالقرآن کرتے ہیں: فَأَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقٗا فِي قُلُوبِهِمۡ إِلَىٰ يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهُۥ بِمَآ أَخۡلَفُواْ ٱللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُواْ يَكۡذِبُونَ۔ (التوبة، ۹:۷۷)۔ ''اور اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جما دیا نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ جب وہ اللہ سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے پورا نہ کیا وہ وعدہ جو اللہ سے کیا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے''

۲ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلۡيَجِدُواْ فِيكُمۡ غِلۡظَةٗ۔(التوبة، ۱۰: ۱۲۳)۔ ''چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں''۔ مولانا شبیر عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مومن کے شایانِ شان یہ ہے کہ مومنین کے ساتھ نرم اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے معاملہ میں سخت اور شدید ہوں تاکہ ایمان والوں کی نرمی کی وجہ سے دشمن جری نہ ہو

جائے۔[25] اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں دوسری آیت پیش کرتے ہیں: أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ۔ (المائدۃ،۵:۵۴)۔"وہ نرم ہونگے مومنین پر اور تیز ہونگے کافروں پر"۔

۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلشَّمْسَ ضِيَآءً وَٱلْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُۥ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا۟ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلْحِسَابَ۔ (یونس، ۱۰: ۵)۔"وہی ہے جس نے بنایا سورج کو روشنی اور چاند کو نور والا اور مقرر کیں چاند کی منزلیں تاکہ تم جان سکو سالوں کو اور حساب کو"۔ مولانا شبیر عثمانی اس آیت کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ علمائے ہیئت نے چاند کے دورے کو اٹھائیس منزلوں میں تقسیم کیا ہے، جو بارہ بروج پر منقسم ہے۔ قرآن پاک میں خاص ان کی مصطلحات مراد نہیں بلکہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے سے مراد مطلق سیر و مسافت کے مدارج ہیں۔[26] اپنے بیان کی تائید اس قرآن کی ایک اور آیت سے کرتے ہیں: وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلْعُرْجُونِ ٱلْقَدِيمِ۔(یس، ۳۶:۳۹)۔"اور ہم نے مقرر کردی چاند کی منزلیں حتی کہ ہو جاتا ہے کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح"۔

**ترجمان القرآن:۔** اس کے مؤلف مولانا ابوالکلام آزاد (م۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء) ہیں۔ آپ نے مکمل قرآن کی تفسیر نہیں کی بلکہ صرف 2 جلدیں لکھیں جو کہ آپ کے نقطہ نظر کی اچھی طرح عکاسی کرتی ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر نے "باقیاتِ ترجمان القرآن" کے نام سے آپ کی آزاد تحریرات کو جمع کر کے تیسری جلد شائع کی۔ اس کے علاوہ مولانا ابو مومن منصور احمد بھی الہلال، البلاغ اور مولانا کے مضامین میں سے قرآنی آیات کو جمع کر کے ترجمہ و تفسیر مرتب کر کے تیسری جلد پیش کی۔ شیخ محمد عبدہ نے آپ کی تحریرات کی روشنی میں تیسری جلد مکمل کی جو کہ طبع ہو چکی ہے۔

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَۙ۔(الفاتحۃ، ۱:۱)۔"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا"۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سورۃ کی ابتدا حمد سے اس لیئے کی گئی کہ معرفتِ حق کے راست پر فکر و وجدان کی اولین حالت جو انسان پر طاری ہوتی ہے، وہ تحمید کی ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کی راہ یہ ہے کہ انسان اس کائنات پر غور و فکر کرے اور تفکر و تدبر ہی اس کو اس کے خالق کی معرفت تک لے جائے گا۔[27] پھر تفسیر بالقرآن بیان کرتے ہیں: ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ۔(آل عمران،۳: ۱۹۱)۔"وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر اور آسمان و زمین کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں"۔ مولانا آزاد "اللہ" کی وضاحت میں لکھتے

ہیں کہ عربی زبان وادب اور قرآن میں یہ لفظ بطور اسم ذات استعمال ہوا ہے یعنی کسی خاص صفت کے لیئے نہیں بلکہ اللہ کی تمام صفات کو اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔[28] پھر اس بیان کی تصدیق بالقرآن کرتے ہیں: وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَا۔ (الاعراف،۷: ۱۸۰)۔"اور تمام احسن نام اللہ کے لیئے ہیں پس اللہ کو انہی ناموں سے پکارو"۔

۲—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ۔(القدر، ۱:۹۷)۔"بے شک ہم نے نازل کیا قرآن کو شب قدر میں"۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں واحد متکلم کے لیئے اِنِّي اور جمع متکلم کے لیئے اِنَّا کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیئے یہ دونوں استعمال کی ہیں۔[29] پھر اپنے بیان کی تصدیق بالقرآن کے لیئے یہ آیات لاتے ہیں۔﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَا نُوحًا﴾۔ (نوح،۱: ۱)۔"بے شک ہم نے نوح کو بھیجا تھا"۔﴿إِنِّي جَاعِلٞ فِي ٱلۡأَرۡضِ خَلِيفَةٗ﴾۔(البقرۃ، ۲: ۳۰)میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔﴿إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ﴾ (نوح،۱: ۱)۔"ہم نے یہ نصیحت اتار دی ہے"۔﴿إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ﴾(الکوثر،۱۰۸: ۱)۔"بے شک عطا کی ہم نے آپ کو کوثر"۔

۳ —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: تَنَزَّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذۡنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمۡرٖ۔(القدر،۴:۹۷)۔"اس میں اترتے ہیں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر پر"۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس کی تفسیر میں یہ آیت لاتے ہیں۔﴿فِيهَا يُفۡرَقُ كُلُّ أَمۡرٍ حَكِيمٍ ،أَمۡرٗا مِّنۡ عِندِنَآ﴾(الدخان،۴۴: ۴،۵)۔ آپ فرماتے ہیں کہ امرِ سلام اور امرِ حکیم جس کی تقسیم لیلۃ القدر میں کی گئی ہے، یہ دراصل دونوں ایک ہی چیز ہیں۔[30] پھر ان کی وضاحت کے لیئے یہ آیات پیش کرتے ہیں۔الٓرۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡحَكِيمِ ۔أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ رَجُلٖ مِّنۡهُمۡ أَنۡ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِندَ رَبِّهِمۡ۔(یونس،۱۰:۱،۲)۔"یہ آیات ہیں حکمت والی کتاب کی، کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر وحی کی کہ وہ تمام لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ ایمان لائیں ان لوگوں کو اللہ کے ہاں جا کر پورا مقام پانے کی خوشخبری دے"۔

**تفسیر نعیمی:۔** یہ بریلوی مکتبِ فکر کی اہم تفسیر بالماثور ہے۔ اس میں تصوف کا پہلو سب سے نمایاں ہے۔ یہ مولانا مفتی احمد یار خان بدایونی (م۱۹۷۱ء) کی تفسیر ہے اس تفسیر کا نام "اشرف التفاسیر" بھی مگر یہ "تفسیرِ نعیمی" کے نام سے معروف ہے۔ یہ تفسیر مفتی صاحب کے قرآن کے دروس کا مجموعہ پر مشتمل ہے۔ آپ نے ۱۹ سال میں یہ دروس مکمل کیئے۔

آپ نے احمد رضا خان بریلوی کا تحت اللفظ ترجمہ پیش کیا۔ یہ تفسیر، تفسیر کبیر، تفسیر روح البیان، تفسیر عزیزی، مدارک اور تفسیر محی الدین ابنِ عربی وغیرہ کا نچوڑ ہے۔[31]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ا— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ۔(البقرة، ۲: ۳۰)۔''اور جب تیرے رب نے کہا فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں ایک نائب زمین میں۔''۔علامہ نعیمی اس آیت میں ''انی جاعل'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جعل کے معنی بنانے کے ہیں۔حسیاتی اشیاء کے پیدا کرنے کو خلق اور اس کی باطنی صفات کے پیدا کرنے کو جعل کہتے ہیں۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَجَعَلَ ٱلظُّلُمَٰتِ وَٱلنُّورَ۔ (الانعام،۱:۶)۔''جس نے آسمان و زمین پیدا کیئے اور اندھیرا اور وشنی بنائی''۔اس آیت میں مقصود حضرت آدم کی خلافت کی خبر دینا ہے نہ کہ آپ کی تخلیق کی، کیونکہ جہاں پر ان کی جسمانی تخلیق کی خبر دی گئی ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ نے خلق کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔[32]اس بیان کی تائید کے تفسیر بالقرآن کرتے ہیں: إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ۔(ص،۳۸:۷۱) ۔''میں ایک انسان مٹی سے بنانے والا ہوں''۔

۲— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔(البقرة، ۲: ۳۷)۔''پس حاصل کیئے آدم نے اپنے پروردگار سے کلمات پس اس کی توبہ قبول کی''۔علامہ نعیمی اس آیت کی وضاحت میں فرماتے ہیں[33]کہ توبہ کے لیئے حضرت آدمؑ کو جو کلمات سکھائے اسے قرآن نے دوسری مقام پر خود ہی بیان فرمادیا۔﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ﴾(الاعراف، ۷: ۲۳)۔''ان دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگا ہم نے ظلم کیا اپنے نفسوں پر اور تو ہمیں معاف نہ کرے گا اور اگر ہم پر مہربان نہ ہو گا اور ہم ضرور خسارے پانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

۳— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ ٱلْأَرْضَ وَلَا تَسْقِى ٱلْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا۟ ٱلْـَٰٔنَ جِئْتَ بِٱلْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا۟ يَفْعَلُونَ۔(البقرة، ۲: ۷۱)۔''(حضرت موسیٰ) نے کہا وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ محنت کرنے والی نہ زمین کو جوتنے والی اور نہ ہی کھیتی کو پانی دینے والی ہو، اس میں کسی قسم کا عیب اور داغ نہ ہو، تو کہنے لگے اب آپ نے درست بات لائے ہو پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ ذبح کرنے والے نظر نہ آتے تھے''۔علامہ نعیمی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ایسی گائے کو قربان کرنے کا حکم دیا گیا

ہے جس سے دنیاوی کام نہ لیا جاتا ہو۔ جیسے بعض اوقات لوگ اپنی اولاد دنیاوی کاموں کی بجائے دین کی تبلیغ واشاعت کا کام کریں گے۔[34] اس کی تائید بالقرآن فرمائی کہ جیسے حضرت مریم کی والدہ نے نذر مانی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا۔ (آل عمران، ۳:۳۵) ۔ ''اے میرے پروردگار جو کچھ میرے پیٹ میں ہے، بے شک میں نے اسے ہر چیز سے آزاد کرے تیرے لیئے خاص کیا''۔

**معارف القرآن:۔** یہ مولانا ادریس کاندھلوی (م۔ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء) کی تصنیف ہے۔ معارف القرآن آیاتِ قرآنیہ کی تشریح وتوضیح، صحیح احادیث، اقوالِ صحابہ وتابعین، مسائلِ مشکلہ کی تحقیقات، ملاحدہ وزنادقہ کے رد اور ان کے اعتراضات وشبہات جوابات پر مشتمل تفسیر ہے۔ ترجمہ وتفسیر میں سلف صالحین کی پیروی کی گئی ہے۔ یہ تفسیر عہد رسالت سے لیکر اُس دَور کے تمام راسخ فی العلم علماء کے علوم ومعارف کی آئینہ دار ہے۔ مختصر یہ کہ یہ سلف صالحین اور علماء متاخرین کے علوم ومعارف کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔[35]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ۱ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ۔ (آل عمران، ۳: ۱۰۶)۔ ''جس دن بعض چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے پس جن کے چہرے سیاہ ہونگے تو سوال کیا جائے گا ان سے کہ کیا تم کافر ہو گئے تھے ایمان لانے کے بعد''۔ مولانا کاندھلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد کفر کرنے کا کیا مطلب ہے کیونکہ ان میں بعض ایسے کافر بھی ہیں جو ایمان لانے بعد کافر نہیں ہوئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد منافقین ہیں۔ بعض کے نزدیک اہلِ کتاب اور بعض کے یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے، مگر یہ دراصل یہ آیت عام ہے۔ یہاں کسی خاص کافر کی تخصیص نہیں بلکہ قیامت کت دن تمام کافروں کے حسبِ مراتب چہرے سیاہ ہوں گے۔[36] اس آیت کی تفسیر قرآن دوسری آیات سے فرماتے ہیں: ﴿وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ۔ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ۔ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَفَرَةُ ٱلْفَجَرَةُ﴾ (عبس، ۸۰: ۴۰-۴۲)۔ ''اور اس دن کچھ منہ ایسے ہوں گے کہ ان پر گردوغبار ہوگا۔ سیاہی ان پر چھا رہی ہوگی، یہی وہ لوگ ہیں جو کافر نافرمان''۔ ﴿وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ تَرَى ٱلَّذِينَ كَذَبُواْ عَلَى ٱللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ﴾ (الزمر، ۳۹: ۶۰) اور روزِ قیامت آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کے منہ سیاہ ہوں گے جو اللہ پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں''۔

۲— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَتُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِۗ وَلَوۡ ءَامَنَ أَهۡلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَكَانَ خَيۡرٗا لَّهُمۚ مِّنۡهُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ۔(آل عمران، ۳: ۱۱۰)۔"تم ان تمام امتوں میں سے، جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں، بہترین امت ہو اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا کچھ ان میں سے ایماندار ہیں"۔ مولانا کاندھلوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اگر اہلِ کتاب نبی اکرمؐ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لاتے، جیسا کہ توریت اور انجیل میں بھی آپؐ کے نبی برحق ہونے کی تصدیق ہوئی ہے، تو بے شک یہ ان کے لیئے بہتر ہوتا کیونکہ ایمان لانے کے بعد وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ خیر الامم میں شامل ہوتے اور اللہ کی طرف سے ان کو اس بات کا دوہرا اجر ملتا۔[37] اپنے بیان کی تائید بالقرآن فرماتے ہیں: أُوْلَٰٓئِكَ يُؤۡتَوۡنَ أَجۡرَهُم مَّرَّتَيۡنِ۔(القصص، ۲۸: ۵۴)۔"یہ وہ لوگ ہیں جن کو ملے گا دگنا اجر ان کے صبر کی وجہ سے"۔

۳— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٖ وَكَانَ عَرۡشُهُۥ عَلَى ٱلۡمَآءِ ۔(ہود، ۱۱: ۷)۔"اور وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین پیدا کیئے اور اس کا تخت پانی پر تھا"۔ مولانا کاندھلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آسمان و زمین پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرشِ عظیم پانی پر تھا اور یہ کہ انسان کو آسمان، زمین، عرش اور پانی کے پیدا کرنے کے بعد پیدا کیا گیا۔[38] تائید میں اس آیت کو لاتے ہیں: وَجَعَلۡنَا مِنَ ٱلۡمَآءِ كُلَّ شَيۡءٍ حَيٍّۚ أَفَلَا يُؤۡمِنُونَ ۔(الانبیاء، ۲۱: ۳۰)۔"اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا، کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے"۔

۴— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَمۡرُنَا وَفَارَ ٱلتَّنُّورُ۔(ہود، ۱۱: ۴۰)۔"یہاں تک کہ جب پہنچا ہمارا حکم اور تنور نے جوش مارا"۔ مولانا کاندھلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح پر عذاب کی پہلی علامت یہ بتائی کہ جب تنور سے پانی ابلنا شروع ہو تو کشتی میں سوار ہو جانا چنانچہ جب تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا تو زمین و آسمان دونوں سے پانی رواں ہو گیا۔ زمین کے چشمے بھی چل پڑے اور آسمان سے بھی شدت پانی برسنا شروع ہو گیا۔[39] پھر اس کا بیان قرآن سے فرماتے ہیں: فَفَتَحۡنَآ أَبۡوَٰبَ ٱلسَّمَآءِ بِمَآءٖ مُّنۡهَمِرٖ ۔ وَفَجَّرۡنَا ٱلۡأَرۡضَ عُيُونٗا۔(القمر، ۵۴: ۱۱-۱۲)۔"پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار پانی سے اور جاری کر دیئے ہم نے زمین سے چشمے پھر جہاں تک پانی کا چڑھاؤ چڑھنا ٹھہر چکا تھا چڑھ آیا"۔

**تفسیرِ ماجدی:۔** اس تفسیر کو برِّ صغیر کی تفاسیر میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی (م۱۹۷۸ء)اس کے مؤلف ہیں۔آپ نے اس تفسیر کے لیئے عربی، فارسی اور اردو زبان کی کثیر کتب اور تفاسیر سے استفادہ کیا۔ فقہی مسائل کو جامعیت سے بیان فرمایا۔آپ چونکہ حنفی تھے اس لیئے اس میں حنفی مسلک نمایاں ہے۔[40]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔**ا —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحة، ۵:۱)۔ ''اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا''۔[41]مولانا عبدالماجد دریا بادی انعام پانے والوں کا بیان بالقرآن فرماتے ہیں: اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔(النساء، ۶۹:۴)''وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں''۔

۲ —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔(البقرة، 23:2)''اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے علاوہ جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلا لو''۔مولانا عبدالماجد دریابادی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ قرآن انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کے لیئے مکمل ہمہ گیر و ہمہ جہتی جامع نظام اور دستور العمل ہے۔اس کے علاوہ اس کی باقی حیثیتیں تبعی اور ضمنی ہیں۔قرآن خود یہاں اپنی اس عظیم خصوصیت کو باین فرما کر چیلنج کر رہا ہے کہ میری ایک ایک سورت میں جو ہدایات اور بصائر پائے جاتے ہیں، اگر تم اپنی اجتماعی کوششوں سے بھی اس جیسی کوئی چیز لا سکتے ہو تو لا کر دکھاؤ۔[42]پھر آپ '' مِّنْ مِّثْلِهٖ ''کی مثلیت قرآن سے بیان فرماتے ہیں: قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔(القصص، 49:28)''کہہ دو پس اللہ کے ہاں سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو''۔

۳—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا۔(البقرة، 34:2)''اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے کہ آدم کو سجدہ کرو''۔مولانا عبدالماجد دریابادی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں پر '' اسْجُدُوْا '' سے مراد اصطلاحی سجدہ نہیں بلکہ مطلق سجدہ مراد ہے۔ سجود اور سجدہ دونوں کے معانی عاجزی اور تذلل کے ہیں۔نماز کے سجدہ کو سجدہ کہنے کی وجہ بھی یہی وصف ہے۔یہاں سجدہ سے مار دزمین پر پیشانی رکھنا نہیں بلکہ اس سے صرف جھکنا مراد ہے۔[43]پھر اپنے بیان کی

تائید بالقرآن پیش کرتے ہیں: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسۡجُدُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ﴾(الحج،18:22)''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں''۔

۴۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ۔(البقرۃ، 34:2)۔ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے''۔ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ ابلیس کے لفظی معنی یاس زدہ کے ہیں۔ قرآن میں مصدر ابلاس مختلف مقامات پر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے قولِ باری تعالیٰ ہے: فَاِذَا ھُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ۔(الانعام، 44:6)''جس وقت وہ ناامید ہو کر رہ گئے''۔ ابلیس اسی سے مشتق ہے اور یہاں پر شیطان کے لیئے بطور اسم علم کے استعمال ہوا ہے۔ یہود و نصاریٰ میں یہ خیال عام پایا جاتا تھا کہ ابلیس فرشتہ تھا۔[44] آپ اس عقیدہ کا رد بالقرآن فرماتے ہیں: ﴿کَانَ مِنَ الۡجِنِّ۔﴾(الکہف، ۱۸:۵۰)''وہ جنوں میں سے تھا''﴿خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ﴾(الاعراف، 12:7)۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا۔

**تفہیم القرآن:۔** یہ ایک عام فہم تفسیر ہے۔ اس معروف تفسیر کے مؤلف مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی (م ۱۹۷۹ء) ہیں۔ اس کی چھ جلدیں ہیں۔ یہ تفسیر برصغیر میں کثرت سے طبع ہوتی رہی ہے۔ اس کا انگریزی زبان اور اس کے علاوہ دیگر کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ آپ نے تفسیر کے طویل مقدمہ میں اس کے مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ نے لفظی بامحاورہ ترجمہ کی بجائے آزاد ترجمانی کا طریقہ اپنایا ہے۔ آپ نے تفسیر القرآن بالقرآن کا بھرپور اہتمام فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے تفسیر القرآن بالحدیث کا بھی اہتمام فرمایا۔ آپ نے فقہی مسائل کو بھی اچھے طریقے سے بیان فرمایا ہے۔ آپ نے نہ صرف مختلف آئمہ اور جمہور کی آراء کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مسائل میں علماء کے اختلافات کو بھی تفصیلاً بیان فرمایا بلکہ اس ضمن میں اپنی رائے کو بھی بیان فرماتے ہیں۔ اس تفسیر کا موضوع قرآنی فلسفہ ہے۔ آپ نے زندگی کے انفرادی و اجتماعی، معاشی و معاشرتی اور اخلاقی و سیاسی تمام پہلوؤں پر اچھی طرح تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ قرآن ہی مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسی پر عمل کرنے میں کامیابی ہے۔ آپ کی پوری تفسیر شروع سے لیکر آخر تک اسی بات کی ترجمانی کرتی ہے۔[45]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: أَمَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَنۢبَتۡنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٖ مَّا كَانَ لَكُمۡ أَن تُنۢبِتُواْ شَجَرَهَآۗ أَءِلَٰهٞ مَّعَ ٱللَّهِۚ بَلۡ

هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ۔(النمل، ۲۷: ۶۰)۔ ''بھلا کس نے آسمان اور زمین بنائے اور نازل کیا تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر ہم نے اس سے اگائے رونق والے باغ، تمہارے لیئے نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھیالہ ہے بلکہ یہ لوگ کجروی کررہے ہیں''۔ مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کام کس کے ہیں۔ یہ سب کام اللہ کی بجائے کوئی اور سرانجام دے رہاہے یاان کاموں کو کرنے کے لیئے اللہ کے ساتھ کوئی اور شریک ہے۔ مشرکین ان سوالوں کا جواب دینے عاجز ہیں۔ان کے پاس یہ ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سب اللہ نے ہی پیدا کیا اور وہ ہی اس نظام کو چلا رہاہے۔[46] پھر آپ اس آیت کے مثل اور آیات قرآن سے لاتے ہیں: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلْعَزِيزُ ٱلْعَلِيمُ﴾(الزخرف، ۴۳: ۹)۔ ''اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ انہیں پیدا کیا اس زبردست جاننے والے نے''۔﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ﴾(الزخرف، ۴۳: ۸۷) ''اور اگر تم ان سے پوچھو گے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے''۔﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ مِنۢ بَعْدِ مَوْتِهَا﴾۔(العنکبوت، ۲۹: ۶۳)۔ ''اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے نازل کیا آسمان سے پانی پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا کہیں گے''۔﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ﴾(یونس، ۱۰: ۳۱)۔ ''کہو تمہیں کون روزی دیتاہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون انتظام کرتا ہے سب کاموں کا، سو کہیں گے کہ اللہ''۔

۲— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ۔(النمل، ۲۷: ۶۵) ''کہہ دے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اللہ کے علاوہ آسمانوں اور زمین میں اور انہیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے''۔ مولانا مودودی اس آیت کے وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ غیب کا علم اللہ سوا کسی کے پاس نہیں۔ اپنے بندوں میں اللہ جس پر چاہے غیب کی کچھ باتیں یا بعض حصّہ کھول دے مگر بحثیتِ مجموعی عالم الغیب کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔[47] پھر اس آیت کی تفسیر بالقرآن فرماتے ہیں: وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ

ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَ-(الانعام، ٦: ٥٩)-''اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

۳ — ارشادِ باری تعالیٰ ہے : وَلَقَدۡ زَيَّنَّا ٱلسَّمَآءَ ٱلدُّنۡيَا بِمَصَٰبِيحَ وَجَعَلۡنَٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيَٰطِينِ-(الملک، ۶۷: ۵)-''اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا ہے اور ہم نے انہیں بنایا آلہ شیطانوں کو مارنے کے لیے''۔ مولانا مودودی اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ اس مراد یہ نہیں کہ تارے شیطانوں پر گرتے ہیں یا شہابِ ثاقب شیطانوں کو مارنے کے لیئے گرتے ہیں بلکہ یہ اس لیئے ہے کہ شیاطین جب عالمِ بالا میں جانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ شہاب انہیں مار بھگاتے ہیں۔ پس اہلِ عرب اور کاہنوں کا یہ دعوی تھا کہ انہیں شیاطین کے ذریعے غیب کی خبریں ملتی ہیں اس آیت میں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ شیاطین کو عالمِ بالا میں جانے اور وہاں سے خبریں حاصل کرنا ممکن نہیں۔[48] پھر آپ اس موضوع سے متعلق قرآن کی دیگر آیات بیان فرماتے ہیں: وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِي ٱلسَّمَآءِ بُرُوجٗا وَزَيَّنَّٰهَا لِلنَّٰظِرِينَ-وَحَفِظۡنَٰهَامِن كُلِّ شَيۡطَٰنٖ رَّجِيمٍ- إِلَّامَنِ ٱسۡتَرَقَ ٱلسَّمۡعَ فَأَتۡبَعَهُۥ شِهَابٞ مُّبِينٞ-(الحجر،۱۵:۱۶-۱۸)-''اور ہم نے آسمان پر برج بنائے ہیں اور اسے مزین کر دیا دیکھنے والوں کی نظر میں اور ہم نے محفوظ رکھا اسے ہر شیطان مردود سے مگر جس نے چوری سے سن لیا تو اس کے پیچھے چمکتا ہوا انگارہ پڑا''۔

۴— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِذَآ أُلۡقُواْ فِيهَا سَمِعُواْ لَهَا شَهِيقٗا وَهِيَ تَفُورُ-(الملک، ۶۷: ۷)''جب اس میں ڈالے جائیں گے تو سنیں گے اس کے شور کی آواز اور وہ جوش مارتی ہو گی''۔ مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ لفظ ''شَهِيقَ'' کے معنی گدھے جیسی آواز کے ہیں۔ اس آیت کے یہ دو معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آواز جہنم کی ہو گی اور دوسرے معنی یہ کہ یہ آواز جہنمیوں کی ہو گی۔[49] پھر دونوں معانی کا بیان قرآن سے فرماتے ہیں: ﴿فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُواْ فَفِي ٱلنَّارِ لَهُمۡ فِيهَا زَفِيرٞ وَشَهِيقٌ﴾(ہود، ۱۱: ۱۰۶)-''پھر جو بد ہوں گے تو وہ آگ میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی''۔

**تدبرِّ قرآن:-** مولانا امین احسن اصلاحی (م-۱۴۱۸/۱۹۹۷ء) کی تفسیر ہے۔ اس کی ۹ جلدیں ہیں۔ آپ کی تفسیر مروجہ تفسیری اصولوں سے ہٹ کر ہے۔ آپ کے نزدیک تفسیری وسائل کی دو قسمیں ہیں، داخلی وسائل اور خارجی وسائل۔

داخلی وسائل میں سب سے پہلے قرآن کی زبان ہے۔ آپ نے زبان کو محدود مفہوم کی بجائے وسیع مفہوم میں مراد لیا ہے۔ دوسرا اصول نظم ہے۔ درحقیقت نظم ہی اس تفسیر کا اصل الاصول ہے۔ داخلی وسائل کا تیسرا اصول تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ آپ نے حدیث اور آثار صحابہ کو خارجی وسائل کے درجہ میں رکھا ہے۔ آپ نے براہِ راست تدبر کے ذریعے تفسیر بیان کی ہے اور تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ مختصر یہ کہ اس تفسیر کی سب سے اہم خصوصیات تفسیر القرآن بالقرآن اور ربطِ آیات و نظمِ قرآن ہے۔[50]

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:۔** ا—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَ ٱلَّذِی خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰٓ أَجَلاًۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُۥۖ ثُمَّ أَنتُمۡ تَمۡتَرُونَ۔ (الانعام،۲:٦)"اللہ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر مقرر کردیا ایک وقت اور مقرر ہے اس کے ہاں ایک مدت تم پھر بھی شک کرتے ہو"۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہی کہ اس سے مراد انسان کی ابتدائی خلقت ہے۔ یہاں پر دو حقیقتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ انسان کی بے حیثیتی کو بیان کرنے کے لیئے کہ مٹی سے پیدا ہونے والی مخلوق کو غرور نہیں کرنا چاہیئے، دوسرا یہ کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو انسان کو پہلی دفعہ پیدا کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تو پھر دوسری دفعہ پیدا کرنے میں کیا عاجزی ہے[51]۔ آپ پنے بیان کی تائید میں دیگر قرآنی آیات بھی لاتے ہیں: ﴿وَإِن تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ أَءِذَا كُنَّا تُرَٰبًا أَءِنَّا لَفِی خَلۡقٍ جَدِيدٍۗ﴾ (الرعد، ۱۳: ۵)۔"اگر تو عجیب بات چاہے تو ان کا یہ کہنا عجب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو گئے کیا نئے سرے سے بنائیں جائیں گے"﴿۔كَمَا بَدَأۡنَآ أَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيدُهُۥۚ وَعۡدًا عَلَيۡنَآۚ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ﴾۔ (الانبیاء، ۲۱:۱۰۴)"جیسے خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ بھی پیدا کریں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے بے شک ہم پورا کرنے والے ہیں"۔﴿وَهُوَ ٱلَّذِی يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهۡوَنُ عَلَيۡهِ﴾(الروم، ۳۰: ۲۷)۔"اور وہی ہے جو پیدا کرتا ہے پہلی مرتبہ پھر اسے لوٹائے گا اور وہ اس پر آسان ہے"۔

۲—— ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَهُوَ ٱللَّهُ فِی ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِی ٱلۡأَرۡضِ۔(الانعام، ۶:۳) "اور وہی ایک اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی"۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ زمین و آسمان دونوں کا معبود ایک ہے۔ دونوں کا مالک ایک یعنی اللہ ہے اور زمین و آسمان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہوتا ہے[52]۔ پھر

اس کا اثبات میں ایک اور آیت پیش کرتے ہیں: وَهُوَ ٱلَّذِي فِي ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَٰهٌۚ وَهُوَ ٱلۡحَكِيمُ ٱلۡعَلِيمُ۔ (الزخرف، ۸۴:۴۳)''اور وہی ہے جو آسمان میں بھیالہ ہے اور زمین میں بھیالہ ہے اور وہی حکمت والا علیم ہے''

۳ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَۚ۔ (الانعام، ۱۹:۶)''تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے''۔ مولانا امین احسن اصلاحی اسکی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو خبر دار کیا اور جن لوگوں کو یہ پہنچ جائے وہ بھی دوسروں کو اس کے ذریعے خبر دار کریں۔ اس آیت میں ہمیں اسی ذمہ داری کو یاد کروایا جا رہا ہے[53]۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَوۡلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرۡقَةٖ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٞ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوۡمَهُمۡ إِذَا رَجَعُوٓاْ إِلَيۡهِمۡ ۔(التوبۃ، ۱۲۲:۹)۔''پس کیوں نہ نکلا ایک حصہ ہر فرقے میں سے تاکہ تفقہ پیدا کریں دین میں اور ان کو ڈرائیں جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں''۔

۴ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ إِمَّا يَأۡتِيَنَّكُمۡ رُسُلٞ مِّنكُمۡ ۔(الاعراف، ۷: ۳۵)۔''اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس رسول آئیں تم میں سے''۔ مولانا امین احسن اصلاحی اسکی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ حضرت آدم کو جب جنت سے نکالا تو اس وقت آپ نے حضرت آدم اور ان کی ذریت کے لیئے جو وعدہ کیا تھا اس آیت میں اس وعدے کی یاددہانی کرائی گئی ہے[54]۔ تائید میں اس آیت کو لاتے ہیں: قُلۡنَا ٱهۡبِطُواْ مِنۡهَا جَمِيعٗاۖ فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ۔ (البقرۃ، ۲: ۳۸)۔''ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے نیچے جاؤ اس جنت سے کہ تمام پھر آئیں گے پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے پس جو میری ہدایتکی پیروی کرے گا ان پر نہ کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگیں ہوں گے''۔

**ضیاء القرآن:**۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری (م-۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء) یہ تفسیر بریلوی مکتبہ فکر کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ عہد جدید کی تفاسیر میں سے ایک معتدل اور عمدہ تفسیر ہے جس میں سلف صالحین کے علوم و معارف کو سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ۳۵۰۰ صفحات اور پانچ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر ۱۹ سال کے طویل عرصہ میں مکمل ہوئی۔ آپ نے آیات کے تاریخی پس منظر اور مزاجِ قرآنی کے موافق الفاظِ قرآنیہ کے عمیق معانی و مطالب بیان کیئے ہیں۔ مصنف نے اس میں عام فہم اسلوب اختیار کیا ہے۔ یہ اپنی متعدد خوبیوں کی بنیاد پر عصر حاضر کی اہم ترین تفسیر قرار دی جاتی ہے۔ بلاشبہ یہ تفسیری ادب میں ایک شان دار اور منفرد اضافہ ہے۔

**تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:**۔۱ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔(البقرۃ،۲:۷) ''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی''۔کی تفسیر قرآن ہی کی دو آیات سے کرتے ہوئے پیر صاحب رقمطراز ہیں کہ اس حقیقت کو قرآن کریم نے کئی مقامات پر اس قدر واضح فرمایا ہے کہ غلط فہمی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾ (النساء،۴:۱۵۵ )یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر ان کے کفر وانکار کی وجہ سے لگادی۔یعنی پہلے سے ان کے دل مہر شدہ نہ تھے بلکہ ان کے کفر وانکار اور اس پر ان کے شدید اصرار کی پاداش میں انھیں اس نعمت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ایک اور جگہ ارشاد ہے﴿بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (المطففین، ۸۳:۱۴)یعنی میل جم گیا ہے ان دلوں پر کے اعمال کی وجہ سے۔[55]

۲ــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ(البقرۃ،۲:۳۶) ''پھر پھسلادیا انہیں شیطان نے''۔ لغوی لحاظ سے ''زلۃ'' کے معنی غیر ارادی طور پر پاؤں پھسل جانے کے ہیں[56]۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طه، ۲۰:۱۱۵)۔ ''پھر وہ بھول گیا اور ہم نے نہ پائی اس میں پختگی''۔

## خلاصہ بحث ونتائج

تفسیرِ قرآن میں اصل الاصول خود قرآن ہے۔معرفتِ معانی میں مرجعِ اوّل اور تفسیرِ قرآن کا مصدرِ اساسی خود قرآن ہے۔تفسیر بالماثور کا اولین اصولِ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن ہے اس لیئے ضروری ہے کہ جو قرآن کی تفسیر کرنا چاہتا ہے کہ وہ پہلے قرآن کا مطالعہ کرے اور ایک موضوع سے متعلق تمام مکرر آیات کو جمع کرے اور آیات کا ایک دوسرے سے تقابل کرے تا کہ مختصر کو مفصّل سے سمجھنے میں مدد ملے۔مبین سے مجمل بیان کے فہم میں مدد ملے۔مطلق کو مقید اور عام کو خاص پر محمول کیا جاسکے،اس طرح قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو جائے گی۔بیسویں صدی کے تفسیری ادب کے جائزہ سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ نہ صرف متقدمین بلکہ ہر دور میں قرآن کی قرآن کے ساتھ تفسیر کو اولین اصولِ تفسیر کی حیثیت حاصل رہی۔مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس اصول پر تفسیر کا بالخصوص اہتمام کیا۔

یہاں پر محض چند تفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا کیونکہ مقصود استیعاب نہیں بلکہ تفسیر القرآن بالقرآن کی عملی تطبیق کو بنظرِ غائر دیکھنا ہے۔برصغیر پاک وہند کے تفسیری ادب کا تجزیاتی مطالعہ اس امر کا غماض ہے کہ اس خطہ کے مفسرین نے اپنی

تفاسیر میں اس اصولِ تفسیر کو بنیادی اہمیت دی اور ''القرآن یفسر بعضه بعضا'' کو منہج تفسیر بالماثور کا نہ صرف اولین اصول تسلیم بلکہ تفاسیر میں اس اصول کی عملی تطبیق بھی نظر آتی ہے۔

برصغیر کے اردو تفسیری ادب کا ذخیرہ اتنا وسیع و وقیع ہے کہ اس خطہ میں ہر قسم کے تفسیری منہج اور رجحان کے مطابق تفاسیر ملتی ہیں لیکن جس بھی تفسیری منہج و اسلوب پر تفسیر کی جائے تفسیر القرآن بالقرآن کی اہمیت مسلمہ ہے۔ تفسیر بالماثور ہو یا بالرائے، دیوبندی مکتبِ فکر ہو یا بریلوی، مسلک اہلِ حدیث ہو یا مدرسہ نظم القرآن، اسلوبِ تفسیر متکلمانہ ہو یا صوفیانہ، تفسیری رجحان مناظراتی ہو یا تحریکاتی، طرزِ تفسیر اثری ہو اشاری، الفاظِ قرآنیہ کی تشریحات لغوی ہوں یا نحوی، مسائل احکامی ہوں یا سلوکی، اندازِ تفسیر ادبی ہو یا سائنسی، مفسرینِ قرآن فقہاء ہوں یا فلاسفہ غرض یہ کہ ہر مکتبِ فکر و مسلک نے اپنی تفاسیر میں اس اصول کو بنیادی اہمیت دی۔ قرآن کے مطالب و مفاہیم کو ہر جہت سے اسی اصول کی مدد سے واضح کیا گیا۔ تفسیری منہج و اسلوب خواہ کوئی بھی ہو، تفسیر القرآن بالقرآن کو کلیدی مقام ہی حاصل رہا ہے۔ سلف و خلف کی کسی بھی تفسیر میں اس اصولِ تفسیر سے بے اعتنائی و بے التفاتی نہیں برتی گئی کیونکہ اس سے استغناء ممکن نہیں۔

## حوالہ جات و حواشی

[1] ابوشھبة، الدکتور محمد بن محمد، الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبہ السنة، القاھرہ، الطبعة الرابعة ۱۴۰۸ھ، ص ۴۴

[2] البریدی، احمد بن محمد، تفسیر القرآن بالقرآن—دراسة تاصیلیة، مجلہ معھد الامام الشاطبیّ للدراسة القرآنیہ، عدد ۲، ۱۴۲۷ھ، ص ۱۹۔

[3] ابنِ تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم، مقدمة فی أصول التفسیر، تحقیق: الدکتور عدنان زرزور، دمشق، الطبعة الثانیة ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲م، ص ۹۳۔

[4] ایضاً

[5] حقانی، ابو محمد عبد الحق، فتح المنّان، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۹ء، ۱/ ۳۳

[6] ایضاً، 75/1۔

[7] ایضاً، 75،74/1

[8] ایضاً، 1/۴

[9] علی، ڈاکٹر سیّد شاہد، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، مکتبہ قاسم العلوم، س۔ن، ص ۳۸

[10]ایضاً، ص ۳۹، ۴۰

[11]علی، سیّد امیر، مواہب الرحمان، مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ، 1945ء، ۱/ ۳۴

[12]ایضاً، ۱/ ۳۴

[13]ایضاً، ۱/ ۳۵

[14]ایضاً، ۱/ 292، 293

[15]ایضاً، ۱/ 294

[16]تھانوی، مولانا محمد اشرف علی، بیان القرآن، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س۔ن، ۱/ 47

[17]ایضاً، ۱/ ۴۷

[18]ایضاً، ۱/ ۴۸

[19]سوہدروی، مولانا عبدالمجید، سیرت ثنائی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، اشاعتِ اول مئی ۱۹۸۹ء، ص ۲۴۷

[20]علی، ڈاکٹر سیّد شاہد، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص ۳۵

[21]امر تسری، مولانا ثناء اللہ، تفسیر ثنائی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ۳/ ۳۳

[22]ایضاً، ۳/ ۳۷

[23]عثمانی، علامہ شبیر احمد، تفسیرِ عثمانی، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ۱/ ۶

[24]ایضاً، ص ۲/ ۴۵

[25]ایضاً، ۲/ 57

[26]ایضاً، 63/2

[27]آزاد، ابوالکلام احمد، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، لاہور، س۔ن، ۱/ 65

[28]ایضاً، ۱/ 66

[29]ایضاً، 559/3

[30]ایضاً، 561/3

[31]علی، ڈاکٹر سیّد شاہد، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص ۵۷، ۵۸

[32]نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س۔ن، ۱/ 222

[33]ایضاً، 265/1

[34] ایضاً،۱/405

[35] کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن، مکتبہ المعارف، کراچی، طبع دوم ۱۴۲۲ھ، ۱/۶

[36] ایضاً،27/2

[37] ایضاً،34/2

[38] ایضاً،6/4

[39] ایضاً،33/4

[40] علی، ڈاکٹر سیّد شاہد، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص ۵۵

[41] دریابادی، مولانا عبد الماجد، تفسیرِ ماجدی، پاک کمپنی، لاہور، س۔ن، ص ۵

[42] ایضاً، ص ۱۵

[43] ایضاً، ص ۲۰

[44] ایضاً، ص ۲۱

[45] دیکھیں: ڈاکٹر سیّد شاہد علی، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص ۶۹تا۷۸

[46] مودودی، سیّد ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س۔ن، 589/3

[47] ایضاً،597/3

[48] ایضاً،16/6۔18

[49] ایضاً،6/۴۴

[50] علی، ڈاکٹر سیّد شاہد، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص ۹۵

[51] اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبّرِ قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء، 18/3

[52] ایضاً،19/3

[53] ایضاً، ۳/ ۳۱

[54] ایضاً،254/3

[55] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1995ء، ۱/۳۴

[56] ایضاً، ۱/۴۹